البلد = المکان المختط المحدود المتانس باجتماع قطانہ ..... و سمیت المفازۃ بلدا لکونہا موطن الوحشیات والمقبرۃ بلد الکونہا موطناً للاموات ......

(یہ قریب قریب وہی مضمون و مفہوم مذکورہ بالا ہے جو دوسرے الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے)

قرآن مجید کے تین مقامات (الفرقان - ۴۹ ، الزخرف ۱۱ ، قٓ - ۱۱) میں بارش کے ذریعے سے بلدۃ میتًا کے زندہ کیے جانے کا ذکر ہے - یہاں مردہ بستی سے مراد ایسی افتادہ زمین بھی ہو سکتی ہے جہاں کوئی آبادی یا روئیدگی نہ ہو۔ اس سے لازماً مراد آباد جگہیں نہیں ہیں۔

بے پردگی اور اختلاطِ مرد و زن

سوال :- یہ بات آج کل سوہانِ روح بنی ہوئی ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں اختلاطِ مرد و زن کی باقاعدہ ترویج کی مہم چل رہی ہے - اسلامی معاشرہ کی بنیاد ہی مرد اور عورت کے ایک خاص طرزِ تعلقات پر ہے - اگر اس کی نوعیت ہی کو بدل دیا جائے تو پھر اسلامی طرزِ زندگی اور اس کے جملہ متعلقات بدل کر رہ جائیں گے - یہ لوگ آخر کیوں مَنْ حبّ ب المحب ب حلت به النا امه کے مصداق بن رہے ہیں

اس کو روکنے کی عملی تدبیر بھی ہو اور پرزور علمی تحریک بھی - کتابوں اور پمفلٹوں، اخبارات و رسائل اور ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے کام ہونا چاہیے۔

جواب :- (از نعیم صدیقی) . . عورتوں کے مقام کے متعلق آپ کے خیالات و احساسات بالکل درست ہیں - دنیا میں قوموں کا بگاڑ دو شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے - ایک دولت کے معاملے میں غلط رویّہ، دوسری عورت کا صحیح مقام متعین نہ کر سکنا - اور ان دونوں خرابیوں کی جڑ یہ ہوتی ہے کہ انسان کا تعلق خدا سے درست نہیں ہوتا - یعنی یا تو وہ اس کے وجود ہی کا منکر ہوتا ہے، یا اُسے مانتا ہے مگر زندگی کے مسائل سے بے تعلق مانتا ہے، یا اس کی رہنمائی کو صرف عقیدوں، پوجا پاٹ اور چند جزوی اخلاقیات تک محدود سمجھتا ہے۔

ہمارے ہاں بھی جتنے بگاڑ ہیں وہ خدائی ہدایت سے انحراف کا نتیجہ ہیں - بے پردگی اور اختلاطِ صنفین

کا فروغ بھی اسی وجہ سے ہے۔ نہ تو جدید عورتوں نے کبھی سنجیدگی سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ خدا و رسولؐ کے احکام کیا ہیں، نہ ان کے گھروں کے مردوں نے عائلی نظام کو چلاتے ہوئے قرآن و حدیث سے کبھی رہنمائی لی، اور نہ حکمرانوں نے ہی کبھی سنجیدگی و دلسوزی سے یہ سوچا کہ ترقی نسواں کی مغربی تہذیب ان کے دینی اصول و مقاصد سے ٹکراتی ہے۔

میرا تو خیال یہ ہے کہ مغرب کے مفکرین اور پروپیگنڈسٹ اور کلچرسٹ مسلمانوں کو اسلامی نظام سے محروم رکھنے کے لیے مسلمان عورتوں ہی کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ایران میں عورتوں کی بے حجابی فیشنی لباس میں ذرا کمی آئی تو مسلمانوں کے مغربی سرپرستوں کو بڑی تشویش ہوئی جس کا مظاہرہ بے باک خاتون رپورٹر اوریانا فلاسی نے کیا۔ افریقہ میں ایسے بھی علاقے ہیں جہاں کے تسلط یافتہ عیسائیوں نے یہ پابندی لگا رکھی ہے کہ کوئی لڑکی کسی اسکول میں سر پر دوپٹہ یا اسکارف لے کر داخل نہیں ہو سکتی۔ سمرقند و بخارا میں روس نے جبراً خواتین کو گھر سے نکال کر پردے اتروائے، کیونکہ پردہ دار، خانہ نشین، قرآن سرا عورت کے ہوتے مسلم گھرانوں کے گہوارہ ملتے تربیت کو بدلا نہیں جا سکتا (لادین اور برائے نام مسیحی) مغرب کا جہاں کہیں تہذیبی سحر طاری ہے، وہاں لٹریچر، پروپیگنڈے، ایلد مخلوط تعلیم اور ایک خاص رنگ کی زنانہ تنظیموں کے ذریعے عورتوں کے جدید طبقے کو دین سے دور ہٹا کر ایسے مقام پر پہنچا دیا ہے کہ وہ اور ان کے عادات و اطوار اور ان کی سرگرمیاں اور مشاغل اسلامی نظام کے قیام میں ایک مؤثر رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ پہلے تو بات مخلوط تعلیم تک تھی، اب ہاکی اور کرکٹ کی زنانہ ٹیمیں وجود میں آ رہی ہیں جو ملک کے اندر ہی کرشمے نہیں دکھائیں گی، دوسرے ممالک میں جا کر بھی دوہرا سامانِ تفریح بنیں گی۔ اگلی منزل مقابلہ ہائے حسن کی شرکت کی ہے، پھر جنسی جذبات اور کھلے معاشقوں کا وہی طوفان یہاں اٹھے گا اور وہی عائلی گندگی پھیلے گی جس کا ماتم مغرب کے سنجیدہ دشمن مفکرین کرتے رہتے ہیں۔

یہ بات ہر شک و شبہ سے بالا ہے کہ گھر کی پناہ گاہ سے نکل آنے والی عورت نے پردے کو چھوڑ کر اس کی جگہ اپنے آپ کو جس طرح گراں قیمت لباسوں اور میک اپ کے سامانوں اور مخلوط ثقافتی تقریبوں اور ضیافتوں اور استقبالوں کے حوالے کر دیا ہے، ان کے بھاری مصارف کو پورا کرنے کے لیے نہ صرف یہ کہ وہ ملازمتوں کی کمائی کو خرچ کرتی ہیں بلکہ شوہروں کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ رشوت، خیانت اور ناجائز نفع اندوزی کے ذریعے قوم کا پیسہ نچوڑ نچوڑ کر لائیں اور ان کی شخصیت اور حسن اور وسیع روابط پر صرف کرتے رہیں۔ اس کے

نتیجے میں ہمارے ہاں بدعنوانیوں کا سیلاب چند ہی برس میں اس زور سے چڑھا ہے کہ پانی سروں سے اونچا ہو گیا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ مصیبت کہ اعلیٰ گھرانوں کی عورتیں ماڈلنگ، شوبزنس، ترنم اور رقص کے راستوں سے کمائی کرتی ہیں اور بعض کی پستی انہیں جنسی مریضوں کی خوابگاہوں تک لے جاتی ہے۔ یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر جب غریب طبقے کی لڑکیوں کا جی للچاتا ہے تو ان میں سے ایک تعداد تو مواقع ملنے پر متذکرہ طریقوں کو اختیار کر لیتی ہے اور بقیہ اکثریت احساس کمتری میں گھٹتی اور کڑھتی رہتی ہے۔ عورت بگاڑ مہم کو پہلے تو صرف فلموں کی محدود مدد ملی تھی اب ٹیلیویژن نے تو ہر کسر پوری کر دی ہے۔

حکومت کو سب سے بڑی فکر تو اپنی بقا کی ہوتی ہے خصوصاً ان حالات میں جن سے ہم دوچار ہیں۔ پھر مسائل و معاملات کا ایک ہجوم ہے جو ان کے چاروں طرف منڈلاتا رہتا ہے جن میں سے کچھ کا وہ ادھورا اور کچھ کا غلط حل نکالتے ہیں اور اس باعث ہر مسئلے کے بطن سے دس اور مسئلے جنم لیتے ہیں۔ ایسے میں آپ کے حکام کی نگاہ میں اوّل تو بے پردگی اور مخلوط معاشرت کوئی خرابی ہوگی ہی نہیں، اور ہو بھی تو اتنی اہم نہیں کہ وہ کمر باندھ کے اس کے ازالے کے لیے نکل کھڑے ہوں۔ جو قوت قتل اور ڈاکے اور بدعنوانی اور بدکاری جیسے جرائم کی امڈتی لہر کو کم نہ کر سکے وہ بے پردگی اور مخلوط معاشرت کا کیا بگاڑ سکے گی!

اب تک کے تجربوں کی روشنی میں یہی ثابت ہوتا ہے کہ اقامتِ دین کا کام کسی بھی دائرے اور شعبے میں ایک ایسی ٹیم کے بغیر ممکن نہیں ہے جو اس جذبۂ بے تاب کے ساتھ اقتدار پر آئے کہ اسے ایسے منکرات کو نہیں چلنے دینا ہے جو اسلام کے رو بعمل آنے میں مانع و مزاحم ہوں۔ ایسی انقلابی ٹیم یہ گوارا نہیں کرے گی کہ وہ کوئی حکم جاری کرے اور وہ چلے نہیں۔ وہ ایسے لوگوں کا زور توڑے گی جو احکام کے غیر مؤثر بنانے اور ان میں تحریف کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ایسی ٹیم کو میدان میں آنے پر جو اولین کام کرنے ہوں گے ان میں سے ایک یہ ہے کہ خواتین کے لئے الگ یونیورسٹیاں قائم کر کے مخلوط تعلیم کا خاتمہ کر دے اور پھر مخلوط مجالس اور تقاریب کا انسداد کرے اور پھر فرموں اور دفتروں اور گاڑیوں میں عورتوں کے لیے جداگانہ کمروں اور نشستوں کا انتظام کرائے۔ نیز عورت کو دکانوں، ہوٹلوں اور اشتہارات میں شکاریوں کے لاسے کے طور پر استعمال کرنے کی ممانعت کر دے۔ اس کے بعد عورتوں کے لئے پردہ اختیار کرنا مشکل نہیں رہے گا۔ معمولی ترغیب و ترہیب کافی ہوگی۔

ایسے حالات پیدا ہونے تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا تو نہ قرینِ عقل ہے، نہ مطابق دین، وہ تمام

لوگ جو اسلامی تہذیب میں عورت کے مقام کو جانتے ہیں اور جنہیں تسلیم ہے کہ خدا اور رسولؐ نے پردے کا حکم دیا ہے۔ اُن کی طرف سے حالات کی اصلاح کے لیے پہلا قدم یہ ہوگا کہ وہ اپنے گھروں میں اپنے زیرِ تربیت اور زیرِ کفالت بچیوں اور خواتین کو احکامِ حجاب سے آگاہ کریں۔ اور اُن کو پردے کا پابند بنائیں۔ جن کے ہاں پہلے سے پردہ ہے وہ مغربی ترقی کی دلدادہ شیدا عورتوں کے پیدا کردہ ذہنی دباؤ کے تحت، پردے میں ایسے رخنے نہ پیدا کریں جن کی اجازت شریعت نے نہیں دی ہے۔ کیونکہ مزاحمتی کشمکش کے دوران میں جو قدم پیچھے ہٹتا ہے، وہ پھر ہٹتا ہی چلا جاتا ہے۔ نظامِ اسلامی کے داعی یا دینی تحریک کے لیڈر بننے والوں کو تو نہایت چوکنا رہنا چاہیے کہ مخالفِ پردہ قوت کہیں اُن کے حرم خانوں میں چور دروازوں سے داخل نہ ہو جائے۔ ایسے لوگ اگر موجود ہوں تو وہ بے پردگی اور مخلوط معاشرت کے خلاف مؤثر کام کر سکتے ہیں۔ اُن کی تقریریں بھی نتیجہ خیز ہوں گی اور تحریریں بھی۔ جو لوگ اُدھر ہی جا لٹکیں، اُن کے نہ مقالات سے کچھ بنے گا اور نہ خطبات سے۔ میں یہ دیکھ کر بڑا دکھ محسوس کرتا ہوں کہ بعض مبلغانِ دین کی نگاہ میں پردے کا مسئلہ کچھ زیادہ قابلِ توجہ نہیں رہا، جیسے ہو رہا ہے اور جیسے ہوتا جاتا ہے، وہ اطمینان سے رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس معاشرے میں سچے پردہ پسند گھرانوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور کام کرتی بھی رہی ہے مگر ان کی مقدارِ کار ضرورت سے کم ہے۔ ورنہ اگر ٹھیک کام کیا جائے تو جتنے واقعات پردہ ترک کرنے کے ہوتے ہیں۔ اُن سے زیادہ تعداد میں بے پردہ خواتین اور لڑکیاں پردہ اختیار بھی کرتی دکھائی دیں۔ اگر یک طرفہ ٹریفک مخالف سمت میں بڑھ جائے تو یہ حالت کام کرنے والوں کی ہمت و صلاحیت کی نفی کرتی ہے۔

علی الخصوص اسلام سے محبت کرنے والی خواتین اگر خود عورتوں کے حلقوں میں گھس کر پردے اور معاشرت کے اسلامی تقاضوں کی تبلیغ نہ کریں، اور ساتھ کے ساتھ بے پردگی اور مخلوط معاشرت کی تحریک کے خلاف مختلف اطراف سے مہم نہ چلائیں تو شاید محض مردوں کی صنف کام کرنے کی رفتار کو زیادہ نہیں بڑھا سکتی۔ خدا کرے کہ یہاں بزرگ خواتین کی رہنمائی میں فطانت اور عزم رکھنے والی لڑکیوں کی ایسی ٹیمیں جا بجا متحرک ہو جائیں جو پاکستانی مسلم عورت کو مغربیت کے سیلاب میں ڈوبنے سے بچا سکیں۔ مجھے بہت زیادہ امید اُن نوجوان طالبات سے ہے جو اعلیٰ مدارج میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے مخلوط ماحول ہونے کے باوجود پورے شعور و ایمان کے ساتھ بڑی مضبوطی سے پردے کو اختیار کر رہی ہیں۔ یہ طالبات آگے چل کر وہ قوت

بن سکتی ہیں جو بے پردگی اور جدید معاشرت اور کلچر کے خلاف لڑ سکے۔ خدا کرے اُن کو موجودہ ماحول میں انقلابی انداز پر کام کرنے کے لیے صحیح رہنمائی مل سکے۔ افسوس ہے کہ اب تک تو یہی نتیجہ سامنے آیا ہے کہ پردہ پسند عورتیں مؤثر کام نہیں کر سکتیں حتیٰ کہ وہ تخریب پردہ کی تحریک چلانے والی خواتین کی سرگرمیوں کے خلاف محاذ بھی نہیں بنا سکتیں۔

تحریری کام کے لحاظ سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مغفور نے پردے پر جو کتاب لکھی ہے۔ وہ ہر لحاظ سے ایک مکمل اور جامع کتاب ہے۔ اور جدید ذہن کو متاثر بھی کر سکتی ہے۔ علاوہ ازیں تفہیم القرآن میں بھی اس سلسلے کے مباحث موجود ہیں۔ پھر بھی یہ ضرورت مجھے تسلیم ہے کہ ایسا نیا لٹریچر تیار ہوتے رہنا چاہیے جسے پڑھ کر ایک خاتون یا لڑکی یہ محسوس کرے کہ بے پردہ رہنا بھی ویسا ہی گناہ ہے جیسے چوری یا رشوت ستانی یا کوئی اور فعلِ حرام!

آپ نے جس گہرے جذبے سے اس "پیشِ نظر افتادہ" مسئلے کو چھیڑا ہے وہ قابلِ قدر ہے۔ خدا کرے اس کی برکت سے مجھ میں اور دوسرے خادمانِ دین میں، خصوصاً پابندِ شریعت خواتین میں اس خاص پہلو سے کام کرنے کا نیا عزم پیدا ہو جائے، پھر لٹریچر بھی از خود نمودار ہوگا، تقاریر بھی ہوں گی ــــ اخباروں میں بھی لکھا جائے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ کلمۂ حق ریڈیو اور ٹیلی وژن سے بھی بلند ہو۔

(ن ۔ ص)